عربی نعت کا ارتقاء

حکیم محمد یحییٰ خان

جزیرہ نمائے عرب میں بسنے والے قبائل و احزاب، بدوی اعراب ہوں یا حضری اشراف، بالعموم شعر و شاعری اور نسیب و خطابت کے رسیا تھے۔ فصاحت و بلاغت تو گویا ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ تہذیبی تکلف اور تمدنی رکھ رکھاؤ سے آزاد، بے باک اور بے ساختہ طبیعتوں میں فطری موزونی اور رواں دواں افتاد مزاج یوں بھی کچھ زیادہ ہی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ تعلیم و تعلم سے نا آشنا ہونے کے باوجود عربوں میں قریب قریب تمام مرد و زن کسی نہ کسی درجہ میں شاعر یا خطیب ضرور ہوتے تھے۔

ذوق اظہار کی اسی فراوانی، شیوا بیانی کی اسی عمومیت اور طلاقت لسانی کی اسی ہمہ گیری کی بدولت اس سرزمین کے باشندے اپنے آپ کو عرب یعنی زبان آور اور دوسرے ممالک کے رہنے والوں کو عجم یعنی گونگا کہہ کر اظہار تفاخر کیا کرتے تھے۔

عرب قبل اسلام میں مدحیہ ادب

اسلام سے قبل کے جاہلی ادب میں شعر و سخن کی تقریباً وہ تمام اصناف کسی نہ کسی شکل میں موجود تھیں جو آگے چل کر ادب العرب کے گنجینہ کا سرمایہ وقار قرار پائیں۔ ہیئت کے اعتبار سے قصیدہ، مثنوی، غزل، قطعہ، رباعی اور مخمس وغیرہ اور مواد و مضامین کے لحاظ سے حماسہ، عشق و صبابۃ تغزل، مدیح، رثاء، ہجا، جد و ہزل، الغرض ہر نوع کی شاعری شعرائے جاہلیت کے ہاں ملتی ہے۔ ان کے قصیدوں میں رزمیہ، طربیہ، مدحیہ، بیانیہ، المیہ اور

هجائیه هر طرح کی سخنوری کے بڑے جاندار نمونے موجود هیں ۔ ان کی بدیهه گوئی، ارتجال اور زور طبع کے واقعات، مدح و ستائش کے دوش بدوش ذم و هجو، طنز و تعریض، حسن طلب اور بلاغت ادا کی شاندار مثالیں تاریخ ادب عربی کے صفحات پر جگمگا رهی هیں ۔

بعثت نبوی کے زمانه میں سینکڑوں ممتاز شعراء موجود تھے ۔ سبعه معلقه کے شعراء کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ۔ خود آنحضرت صلی الله علیه وسلم کے خاندان میں شعر و سخن کا چرچا تھا ۔ آپ کے چچا ابو طالب سے کئی اچھے شعر منسوب هیں ۔ حضرات شیخین (ابوبکر و عمر رضی الله عنهما) کے اشعار بھی کتابوں میں منقول هیں ۔ حضرت علی کرم الله وجهه کے نام سے تو پورا دیوان موجود هے ۔

اس دور کے دوسرے شعراء میں لبید، زهیر، عباس بن مرداس، متمم بن نویره، حسان بن ثابت، عبدالله بن رواحه، کعب بن زهیر اور ابن زبعری وغیره معروف و ممتاز حیثیت رکھتے هیں ۔

شعر اور اسلام

شعر و شاعری میں اظهار و ابلاغ کی لاکھ خوبیاں سهی لیکن بیان کی مرصع کاری اور معانی کی دقت و نزاکت کے لئے دور کی کوڑی لانی هی پڑتی هے ۔ ع ۔ لطافت بے کثافت جلوه پیدا کر نہیں سکتی ۔ اغلاق و اغراق، غلو و مبالغه اور ایماء و استعاره کے فنی حربوں سے کام لئے بغیر چاره نہیں ۔

هر چند هو مشاهده حق کی گفتگو بنتی نہیں هے باده و ساغر کہے بغیر

تنزیل من حمید مجید، تعریف و ثنا کے لائق خدائے بزرگ کے نازل کئے

ہوئے قرآن پاک کی معجزنما فصاحت و بلاغت، حسن بیان، شوکت الفاظ، اثر و نفوذ، اور معنوی کیف و کم سے مرعوب و مبہوت ہوکر عرب نقادوں نے حضور علیہ السلام کو شاعر کہہ دیا تھا لیکن رب العزت نے بڑے پر زور لفظوں میں اس کی تردید فرمائی :-

وما علمناه الشعر وما ینبغی له ان هوالا ذکر و قرآن مبین . لینذر من کان حیا و یحق القول علی الکافرین .

ہم نے اپنے پیغمبر کو شعر گوئی نہیں سکھائی۔ نہ یہ آپ کے شایان شان ہے۔ یہ تو ذکر (یاد دھانی) نصیحت (خیر خواہی) اور واضح حقیقتوں کا بار بار اعلان ہے۔ تاکہ ہمارا رسول زندگی سے ربط رکھنے والے غافلوں کو ہشیار، اور حقیقت کو چھپانے والے کافروں پر اتمام حجت کر سکے۔

قرآن حکیم میں شعراء کو من حیث المجموع، اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا گیا۔ بلکہ انہیں بہتان طراز، غلط کار و کج اندیش، ہر وادی میں بھٹکنے والے، بے راہ رو، قول و فعل میں مطابقت نہ رکھنے اور گمراہ کرنے والے کہا گیا ہے۔

بے شک ''ان من الشعر لحکمة و ان من البیان لسحرا،،۔ شعر میں حکمت و دانش کے چمکتے موتی بھی ہوتے ھیں اور بیان و بدیع کے فن سے جادو بھی جگایا جا سکتا ہے۔ تاہم اس میں دروغ بے فروغ کی آمیزش، مبالغہ و اطراء کا کھوٹ اور حقیقت واقعی سے انحراف کی روش عام سخت ناپسندیدہ ہے۔ اور اسلام ایسا تحریکی اور عملی دین جھوٹے نگوں کی اس ریزہ کاری کو قبول کرنے اور کم سے کم عوامی پیمانے کی وسعت و ہمہ گیری کے ساتھ

اس دروغ بافی کو جاری رکھنے کا روادار نہیں۔

جوامع الکلم و بدایع الحکم

سید و سرور فصحائے عرب و عجم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''انا اوتیت بجوامع الکلم،، (مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں جن کے الفاظ مختصر اور معانی وسیع ہیں) خیر الکلام ما قل و دل (بہترین کلام وہی ہے جو مختصر بھی ہو اور زور دار بھی۔) چنانچہ آپ نے کلام موزوں، ایجاز سخن، حسن ترتیب، نظم بیان اور خوش اسلوبی سے کام لیا ہے۔ احادیث کے ذخائر میں جوامع الکلم کے شستہ و رفتہ اور ناسفتہ سوتی جابجا بکھرے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے اکثر ارشادات عربی ادب کی ضرب الامثال بن چکے ہیں۔

حضور نے دوسروں کے ایسے موزوں اور برجستہ کلام کی تحسین بھی فرمائی ہے جو واقعیت و صداقت کا آئینہ دار، اور کذب و مبالغہ وغیرہ عیوب سے پاک ہو۔ ایک شاعر کا یہ مصرعہ:

الا کل شئے ماخلا اللہ باطل

خدا کے سوا جو کچھ ہے، نمود سیمیائی ہے۔ آپ نے بہت پسند فرمایا تھا۔ اور اس طرح کے حقیقت آموز و صداقت افروز کلام کو حسن انتظام اور اسلوب جزیل کے ساتھ پیش کرنے کی حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔

غلط، خلاف واقعہ، اور نفس و شیطان کی انگیخت پر کہی ہوئی گمراہ کن باتوں کی، موثر پیرایہ بیان میں شاعرانہ حسن ادا کے ساتھ تردید کرنے کا خود آپ نے حکم دیا تھا۔ اور آپ کے ایماء مبارک پر حسان بن ثابت ایسے سخن‌ور، غوی و غالی شاعروں کی ہزلیات و خرافات کا جواب شعر و شاعری

ہی کی زبان میں دیا کرتے تھے ۔

شاعر رسالت

حضرت حسان رضی اللہ تعالی عنہ کو اسلامی مؤرخین اور سیرت نگاروں نے شاعر دربار نبوی کے خطاب سے ذکر کیا ہے ۔ اور اس میں شک نہیں کہ آپ مداحین رسول کے سرخیل ہیں اور خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہودی اور مشرک شاعروں کی ہفوات سے اپنے دفاع پر مامور فرمایا تھا ۔

روایت ہے کہ ایک دن حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بھری مجلس میں صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا ''مخالف شعراء کی ہرزہ سرائیاں حد سے بڑھی جارہی ہیں تم لوگوں نے تلوار سےتو میری مدد کی ہےکیا کوئی ایسا بھی ہے جو زبان سے میری مدد کرے'' ؟

اس موقع پر حضرت حسان اٹھے اور کہنے لگے ''یا رسول اللہ ! اس خدمت کے لئے یہ ناچیز حاضر ہے۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جذبہ خلوص سے خوش ہو کر بولے ''ان میں سے کچھ لوگ میرے اپنے قبیلے قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور میرے قریبی عزیز ہیں ۔ مثلاً ابوسفیان میرا عم زاد ہے ۔ اس کے خلاف بھلا تم کس انداز سے کہو گے'' ؟

حضرت حسان نے کہا ''حضور ! میں آپ کو ان کے بیچ میں سے یوں الگ کرلوں گا جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال کو کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے ۔''

نعت گوئی کا آغاز

حق یہ ہے کہ حضرت حسان نے مخالفین کے مطاعن، تنقیصی ہزلیات اور تعریضات سے حضور سراپا نور کا دفاع کرنے کا حق ادا کر دیا اور بڑے

خلوص سے حضور کی شان میں قصیدے لکھے۔ ان کے کلام میں ابتذال اور فحش کی آلودگی نہیں ہے۔ بلکہ اسلام کے پاکیزہ تبلیغی اور تحریکی مزاج سے مناسبت اور ہم آهنگی پائی جاتی ہے۔

دیکھئے ابوسفیان کو مخاطب کرکے کہتے ہیں۔

هجوت محمداً فأجبت عنه و عند الله فی ذاك الجزاء اتهجوه و لست له بکفو فشرکما لخیرکما فداء ،	تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہجو کی تو میں نے اس کا جواب دیا۔ اس کا اجر اپنے اللہ سے لوں گا۔ تم نے اس ذات کی ہجو کی جس سے تمہاری برابری نہیں ہے۔ تم اشرالناس اور وہ خیر خلائق، کیوں نہ تم اس پر قربان ہو جاؤ۔
هجوت مبارکا براً حنیفاً امین الله شیمته الوفاء	تم نے ایک برکت والی نیک فطرت اور بے ریا شخصیت کی توہین کی اور اسے برا کہا جس کی طبیعت میں وفا ہے۔
و من یهجو رسول الله منکم و یمدحه و ینصره سواء	اور اگر تم میں سے کوئی اللہ کے رسول کی ہجو کرتا ہے یا ان کی تعریف کرتا اور انہیں مدد دیتا ہے میرے نزدیک سب برابر ہیں۔
فان ابی و والدتی و عرضی لعرض محمد منکم وقاء	کیونکہ میرا باپ میری ماں اور میری عزت ہر چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے تحفظ کے لئے ڈھال ہے۔

اسلامی شاعری میں حقیقت افروزی

اللہ کے پاک رسول محمد سب نبیوں کے سردار (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) نے رفتہ رفتہ اس جوابی، جدلیاتی اور دفاعی شاعری کا رخ، مافوق البشر حکمت و تدبیر سے، واقعاتی صداقت، حقیقت نگاری اور کردار آموزی ایسے امور و معاملات کی طرف موڑ دیا ۔ اور بے مقصد تعلی، بے جا تفاخر، بے محابا تعشق اور ھنگامی جذباتیت سے ھٹا کر فکر و سخن کو نظریہ اور تحریک کی مقصدیت عطا کر دی ۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے درباری شعراء حسان بن ثابت ، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن زھیر (رضی اللہ عنھم) کو فحش گوئی، ابتذال، غلو و اغراق وار اسی نوع کے شعری معائب سے بچنے کی تاکید و ھدایت فرماتے رھتے تھے ۔ اور بعض مواقع پر ٹوک کر اصلاح فرمادیا کرتے تھے ۔ آپ کی بعض اصلاحیں بڑی دور رس اور آپ کی سخن سنجی اور ذوق سلیم کی منہ بولتی تصویر ھیں ۔

فخر رسل کا ذوق سخن

کعب بن زھیر رضی اللہ عنہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنا مشہور قصیدہ ''بانت سعاد،، پڑھ رہے تھے، جب اس شعر پر پہنچے

ان الرسول لنور یستضاء به	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نور ھیں جس
مہند من سیوف الھند مسلول	سے ساری نوع انسانی جگمگا اٹھی ہے اور وہ بے نیام ھندی شمشیر کی طرح تیز اور فیصلہ کن ھیں ۔

حضور علیہ السلام نے برجستہ اصلاح دی اور فرمایا سیوف الھند کی جگہ سیوف اللہ کردو۔ اس ایک لفظی اصلاح سے شعر زمین سے آسمان پر پہنچ گیا ۔

اس کی معنویت محدود سے لا محدود ہوگئی۔ اور جہاں شعر کی گیرائی اور اثر میں وسعت پیدا ہوئی وہیں حضور کی بے مثال دانش و فراست کا آئینہ بن گیا۔ حضور علیہ السلام الی یوم النشور، کسی محدود ملک یا مخصوص قوم کے لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ کی نبوت سارے انفس و آفاق اور جملہ عوالم کے لئے سوجب رحمت قرار دی گئی ہے۔ اس لئے آپ استعارۃً بھی کسی محدود وطنیت سے منسوب نہیں ہونا چاہتے تھے۔ اور چونکہ اللہ العالمین کی ربوبیت کی طرح آپ کا فیضان رسالت بھی رحمة للعالمین تھا اس لئے آپ نے اللہ سے اضافت کو پسند فرمایا۔ دیکھئے اس طرح شعر کہاں سے کہاں جا پہنچا؟ اس پیغمبرانہ اصلاح کی قدر و قیمت کا اندازہ عربی شعر و ادب اور اسلامی فکر و نظر کا دوگونہ ذوق لطیف رکھنے والے حضرات خود ہی لگا سکتے ہیں۔

یہ شعر ویسے بھی اپنے فنی حسن اور بلاغت ادا کے ساتھ حقیقت و صداقت کا خوبصورت بیانیہ تھا۔ رسول پاک کی دی ہوئی اصلاح کے بعد معنویت کی معراج پر جا پہنچا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے سنکر بہت خورسند ہوئے۔ اور آپ نے کعب رضی اللہ عنہ کو اپنی رداء مبارک عطا فرمائی۔

مدحت ختم الرسل کا وجوب

حضور ختمی مرتبت کی بعثت اصل میں پوری انسانی برادری پر خداوند تعالی کا بہت بڑا انعام تھا اور خصوصی حیثیت سے مؤمنین کے لئے تو آپ کا وجود مسعود اللہ کریم کا احسان عظیم تھا۔ وہ اس فضل و احسان کے لئے اللہ پاک کی بارگاہ میں حمد و ثناء اور مناجات و دعا کے نذرانے پیش کرتے نہیں تھکتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اس نعمت عظمی، رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و ستائیش کو بھی اپنا محبوب و مرغوب وظیفہ سمجھتے تھے۔

یہاں یہ کہنا خلاف حقیقت نہیں ہوگا کہ حضرت رسول خدا چونکہ سارے عالم بشری کافۃ للناس کے لئے مامور ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کی عقیدت و محبت اور تعظیم و توقیر تمام بنی نوع انسان پر واجب ہے۔ اور آپ کے مناقب، محاسن، مآثر، خواطر، اوصاف، احوال، خصائص اور معجزات ہر چیز کا ذکر و بیان سارے انسانوں کی روحانی تسکین و اطمینان کا باعث بھی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضور پاک کی تعلیمات عالیہ کو اپنا دستور حیات بنا لینے والوں نے آپ کے اوصاف و خصائل اور شمائل و فضائل سب کا مذکور، خلوص بھرے جذبات کے زیر اثر، اظہار و بیان کے ہر پیرائے میں کیا ہے اور انتہائی ادب و تعظیم کے ساتھ کیا ہے۔

اور یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ مختلف ممالک و امصار میں حب نبوی سے سرشار اہل علم و ہنر نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات پر اتنا کچھ لکھ دیا ہے کہ دنیا کی اور کسی بڑی سے بڑی شخصیت پر اس درجہ والہانہ عقیدت و احترام کے ساتھ آج تک اس قدر لکھا گیا ہے نہ آئندہ لکھے جانے کا امکان ہے۔

نعت گوئی کے مباحات

پچھلے چودہ سو برس میں مشرق و مغرب میں نعت نبی کے حد شمار سے بیرون و افزون زمزمے الاپے گئے ہیں۔ ممکن ہے ان میں افراط و تفریط کے پہلو بھی ہوں۔ اور نعت گوئی کے پورے آداب و شرائط کا خیال نہ رکھا گیا ہو۔ غلو و اغراق سے بھی کام لیا گیا ہو۔ کیونکہ حبک الشئی یعمی و یصم، فرط محبت میں آدمی اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے شاعر نے کہا ہے:

دع ما ادعته النصارىٰ فی نبیهم
واحکم بماشئت مدحا فیه واحتکم

نصرانیوں نے اپنے نبی کی تعریف میں جو بے بنیاد دعوے کئے ھیں چھوڑ دے کہ انھوں نے اسے ابن اللہ بنادیا اور جس سے رسول پاک نے ھمیں لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ نبیهم (میرے حق میں اتنا مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے اپنے نبی کے حق میں کیا ھے) فرما کر منع کیا ھے۔ باقی جو چاھے شان رسول میں یقین کے ساتھ کہہ۔

اور حقیقت یہ ھے کہ جس ذات قدسی صفات کی مدح و توصیف خود اس کا کردگار اور معبود حقیقی آپ کرتا ھو، اور اپنے فرشتوں سمیت درود و سلام کی سوغاتیں دم‌بدم بھیجتا ھو، مزید برآں عالم آب و گل کے تمام تر اھل ایمان کو اس کے حضور درود و صلوۃ کے نذرانے بھجوانے کی ھدایت فرماتا ھو، انسان ضعیف‌البنیان اس وجود گرامی کی صفات کمال کہاں تک بیان کر سکتا ھے۔؟

ماذا عسی الشعراء الیوم تمدحه
من بعد ما مدحت حم تنزیل

حم تنزیل، قرآن حکیم میں اللہ کریم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نعتیں بیان کردی ھیں اب ان کے بعد بھلا آج کل کے شاعر کیا مدح کریں گے!

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نعت کہنا دنیا کے ہر بڑے سے بڑے فصیح و بلیغ اشعر الشعراء افصح الخطباء کہلانے والے شخص کے لئے بھی چھوٹا منہ بڑی بات ھے۔ کوئی کتنے ھی مبالغے اور نکتہ آفرینی سے

کام لے حضور کی مدح و نعت کے حق سے کاسیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہونا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔:

اری کل مدح فی النبی مقصراً	نبی پاک کی جتنی بھی زیادہ تعریف کی جائے کم
وان بالغ المثنی علیه فا کثرا	ہی رہے گی کیونکہ اللہ پاک آپ ہی حضور کی
اذا اللہ اثنی بالذی ھو اھله	تعریف و ستائش کرسکتا ہے۔ وگرنہ ساری دنیا بھی
علیه فما مقدار ماتمدح الوری	مل کر ان کی مداحی کا حق ادا نہیں کر سکتی۔

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

اور یہ وہی بات ہے جو برصغیر کے مشہور شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب نے کہی تھی۔

غالب ثنائے خواجہ به یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبه دان محمد است

علامه بدر الزرکشی فرماتے ہیں که بڑے بڑے سربرآوردہ اور ماہر فن شعراء مثلاً ابوتمام، ابو البحتری اور ابن الرومی ایسے اساتذہ سخن کے نزدیک نعت رسول بے حد دشوار اور نازک ترین صنف سخن ہے۔ اور نعت گوئی کا حق ادا کرنا انتہائی مشکل بلکہ محال ہے۔ اس لئے ع

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

پر کاربند رہنا ہی بہتر ہے۔

صاحب بردہ نے بھی اسی حقیقت پر صاد کیا ہے:

فان فضل رسول اللہ لیس له	یقیناً اللہ کے رسول صلی اللہ علیه وسلم
حد فیعرب عنه ناطق بفم	کے فضائل حد و حساب سے باہر ہیں۔ ان کے
	بیان سے زبان گویا لال (گنگ) ہے۔

صاحب القرآن فی القرآن

حضور علیه الصلوة والسلام کی مدح و نعت هم آپ فانی اور هیچمدان انسان کیا کریں گے ۔ ان کا کردگار خدائے رحمان اپنے قرآن کی زبان میں رطب اللسان هے ۔ کبھی ارشاد هوتا هے:

وما ارسلنك الا رحمة للعلمین — اور هم نے آپ کو تمام جهانوں کے لئے رحمت بنا کر بهیجا هے ۔

کبھی آپ کو ''بالمؤمنین رؤف رحیم،، مؤمنوں پر مشفق و مهربان فرمایا گیا ۔ کبھی طه که کر پکارا گیا تو کبھی یٰسٓ کے نام سے مخاطب کیا گیا ۔ کبھی شاهد، نذیر، مبشر، مصدق، وغیره القاب دئے گئے تو کبھی ''داعیا الی الله،، ''سراجا منیرا،، کے خطاب سے یاد کیا گیا ۔ کبھی اعلان فرمایا که ''انك لعلی خلق عظیم،، ۔ بے شک آپ اعلی اخلاق کا بهترین پیکر هیں ۔ کبھی آپ کو معلم کتاب و حکمت، مزکی و مطهر، حاکم، مطاع، آمر، ناهی بتایا گیا ۔ المختصر آپ نبی، رسول، عبد، نبی امی اور خاتم النبیین بهی هیں اور احمد، محمد حامد اور صاحب مقام محمود بهی ع

تو خود حدیث مفصل بخوان ازیں مجمل

ان مقامات و مراتب کی رفعتوں اور عظمتوں کا تصور بهی هماری بساط سے باهر هے ۔ آپ کی صفات و نعوت کا اندازه کرنا همارے بس کی بات نهیں ۔ صاحب همزیه کے بقول :

انما مثلوا صفاتك للناس کما مثل النجوم الماء	آپ کے مدح خوان آپ کی صفات کا صرف عکس هی دکھاتے هیں جس طرح پانی ستاروں کا عکس دکھاتا هے ۔

ہم تو بس اتنا جانتے ہیں :

لم یخلق الرحمن مثل محمد   اللہ نے محمد کی مانند کوئی اور پیدا کیا ہے نہ
ابداً و علمی انہ لا یخلق   ہمارے یقین و علم کے مطابق کبھی پیدا کرے گا۔

مدیحی ادب کی وسعت و مقبولیت

نعت گوئی کا آغاز تو سرور کائنات علیہ افضل التحیات کی حیات طیبہ ہی میں ہو چکا تھا اور اس کا مقصد یعنی احقاق حق اور ابطال باطل بھی متعین کر دیا گیا تھا۔ بلکہ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم :

نگار من کہ بہ مکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

کی اصلاح اور ہدایت کے تحت اس صنف سخن کا اپنا مخصوص انداز اور معیار بھی قائم ہو چکا تھا۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد رثائیہ مضامین کا بھی اس میں اضافہ ہوگیا۔ آپ سے پہلے عربوں میں اپنے ملوک و امرا اور ابطال و رجال کی مدح و ثنا کے قصیدے لکھنے کا رواج تھا۔ اب نعتیہ قصائد اور مدائح بھی حضور اور ان کے اجلہ صحابہ کے لئے نئے ٹھاٹ سے لکھے جانے لگے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا نعت گوئی کا صحنہ (اسکوپ) وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ نعت گو شعراء اور مداحین رسول کی تعداد میں آئے دن بے پناہ اضافہ ہونے لگا۔ ذوق و جذبہ کے تنوع نے نعت گوئی کے لئے بھی مختلف اسلوب اور متنوع انداز فراہم کردئے۔ قصیدوں، مثنویوں، قطعوں، مرثیوں، سلاموں، منقبتوں کی قریب قریب تمام اصناف میں نعت گوئی اور مدحت طرازی کا رنگ بکھرا ہوا ملتا ہے۔ پھر مدح و نعت کے مضامین میں بھی بے پایاں وسعت

اور گیرائی پیدا ہوئی۔ بعض نے حضور علیہ السلام کے اخلاق عالیہ پر خصوصی توجہ دی تو بعض نے آپ کے شمائل و شیم کو موضوع نعت قرار دیا۔ کچھ اہل ذوق نے خصائص نبوی پر گلہائے عقیدت نچھاور کئے۔ تو دوسروں نے معجزات نبوی کو اپنی نگارشات کا عنوان ٹھہرایا۔ وقس علی ھذا۔

پھر شاعروں اور قصیدہ نگاروں سے آگے بڑھ کر ہر پڑھے لکھے مسلمان نے بلکہ غیر مسلم مصنفین و اہل قلم نے بھی نعت رسول اور بزرگان دین کی منقبت لکھنے کا شرف حاصل کرنا ضروری سمجھا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے تک یہ صورت تھی کہ دنیا جہاں کی کسی زبان میں کسی بھی موضوع پر نظم یا نثر میں کوئی بھی کتاب اسلامی ممالک میں لکھی یا چھاپی گئی ہو حمد و ثنا اور نعت و منقبت سے خالی اور معرا نہیں ہوتی تھی۔

اور یہ خدائے محمد صلاتہ و سلامہ علیہ کے اعلان ''و رفعنالك ذكرك،، (اور ہم نے آپ کا ذکر مذکور بلند کردیا) کی عملی تشکیل کا ایک پہلو ہے۔ جس طرح سارے کرہ ارض پر روزانہ پانچوں وقت مؤذن اللہ اکبر کے پاک نام کے ساتھ آپ کا اسم مبارک پکارتے ہیں اسی طرح اطراف و اکناف عالم میں بے شمار انسان ہر لحظہ حضور کی صفت و نعت کے زمزمے الاپتے رہتے ہیں۔

لیکن کیا اس لامتناہی اور غیر مختتم مدح گستری سے حضور سراپا نور صلی اللہ تعالی علیہ الی یوم النشور کے ان احسانات کا حق ادا ہو سکتا ہے جو آپ کی ذات و صفات کی بدولت عالم انسانیت کے مقدر کو روشن و منور کرنے کا موجب بنے ہیں۔ لا واللہ ع لا یمکن الثناء کما کان حقہ۔

لمحہ فکریہ

ذات نبوی کے اوصاف و کمالات اور حضور کے خصائص و معجزات کا پورے طور پر بیان تو کہاں ممکن ہے، ان کے عنوانات و انواع

کی تعیین بھی محال ہے۔ البتہ اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنے سامنے بطور نصب‌العین رکھیں اور آپ کی متابعت و اطاعت کی بقدر ہمت پوری کوشش کریں تو حضور کے اوصاف کمال کے پرتو سے ہمارا قلب و ضمیر روشن و مستنیر ہو سکتا ہے اور اس طرح نہ صرف اپنی ذات کی تکمیل اور روح کی تسکین سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں بلکہ اپنے دوسرے ابنائے نوع کی صلاح و فلاح میں مفید اور کار آمد خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

یہ امر افسوس ناک حد تک رنجدہ ہے کہ آج ملت اسلامیہ اپنے محبوب و مطاع سرور و سید اولاد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل و کردار کو مشعل راہ بنانے کی بجائے عموماً دوسروں سے روشنی مستعار لینے کی تگ و دو کر رہی ہے۔

ایک درد مند شاعر نے کس درجہ دلسوزی سے کہا ہے:

تعصی الاله وانت تظهر حبه	محبت رسول کا دعوے کرنے کے بعد تم خدا
و هذا لعمری فی الفعال بدیع	کی نافرمانی کرتے ہو! مجھے اپنی جان کی قسم یہ تو بڑی انوکھی بات ہے۔
لو کان حبك صادقا لاطعته	اگر تم اپنے دعویٰ محبت میں سچے ہوتے تو اس کی اطاعت کرتے۔
ان المحب لمن یحب سطیع	کیونکہ محب اپنے محبوب کا سطیع ہوتا ہے۔

نعت و مدح کا آغاز اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے دفاع اور مشرکوں، کافروں اور اهل کتاب کو توحید و رسالت کی تبلیغ، ایمان و اطاعت کی تلقین اور حق و باطل میں تمیز کے لئے ایک مؤثر ذریعہ ابلاغ کے طور پر ہوا تھا۔ اور یقیناً اس صنف سخن سے صدر اول کے مسلمان اهل علم و قلم

نے خاطر خواہ کام لیا۔ بلکہ خیر القرون کے بعد جذباتی گداز، اسلام کی تحریکی پیش رفت پر سپاس و تشکر اور کامیابی کے احساس نے اسلامی ادب کی اس صنف کو نئی اور روز افزوں قوت اور تازہ جوش و ولولہ عطا کیا۔ اور تابعین و تبع تابعین کے دور میں جو نعتیں کہی گئی ہیں ان کا لہجہ بہت حوصلہ مندانہ اور اسلوب بڑا دل فروز ہے۔ بعد کے ادوار میں اسلام جب ایک وسیع الاثر عالمی قوت کی حیثیت سے دنیا کے دور دراز خطوں میں پھیل گیا تو لامحالہ ممالک محروسہ کی نئی اقوام اسلام کی حلقہ بگوش ہوئیں۔ ظاہر ہے ان کا ذوق و وجدان عربوں سے یقیناً مختلف تھا۔ سادہ فطری انداز ابلاغ کے مقابلہ میں نئے مسلمانوں کا اسلوب اظہار مرصع اور بہت حد تک مصنوعی اور فنی تھا۔

نعت گوئی کا ارتقا

اس میں شبہہ نہیں، اس زمانہ میں نعت‌گوئی نے فنی اعتبار سے خاصی ترقی کی اور اس کے سواد، مضامین، عنوانات اور موضوعات میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ تاہم اگر یہ کہا جائے کہ فنکارانہ حسن و نزاکت میں ترقی کے ساتھ ساتھ تحریکی مزاج اور جوش ابلاغ میں مجموعی طور پر سستی اور کمی رونما ہوتی گئی تو خلاف واقعہ نہیں ہوگا!

یہ صحیح ہے کہ اس عہد میں بعض اعلی درجہ کی یادگار نعتیں لکھی گئی ہیں جن میں جوش عقیدت، حسن بیان اور لطف ادا کے دلکش اور دماغ افروز پھول کھلائے گئے ہیں۔ تاہم یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ جوں جوں نعت میں فنکارانہ خوبیاں بڑھتی گئیں اور اس کے مضامین میں عشق و محبت، ہجر و وصال، جمال و رعنائی اور حسن و زیبائی وغیرہ عنوانات داخل ہوتے گئے۔ جذباتیت، شیفتگی، آشفتگی، اور ان کے ساتھ ساتھ مبالغہ، غلو اور

تصنع وغیرہ اس کے لوازم بنتے گئے۔ بہت ممکن ہے کہ شروع شروع میں عشق و شیفتگی کے جذبات اور احساسات واقعی اور حقیقی ہوں لیکن بدیع و بیان کی مرصع کاریوں، حسن و عشق کے راز و نیاز کی دلنوازیوں اور محبوب کے خد و خال اور زلف و رخ کی نقش آرائیوں نے اسے سطحی نوعیت کے مروجہ تغزل کی ڈگر پر ڈال دیا۔ اس طرح نعت اپنا تبلیغی، تحریکی اور مقصدی آہنگ کھونے لگی اور حسن و عشق کے ناز و نیاز کی داستان بنتی چلی گئی۔

اقدار نعت میں تحول کی کارفرمائی

اس کے بعد کے ادوار میں جذبات ہجر و وصال کی تصویر کشی نعت رسول کی ایک ضروری قدر قرار پاگئی۔ اور آگے چل کر یہ لے اتنی بڑھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفات و نعوت اور خصائص و فضائل اور آپ کے احکام و ارشادات کو فکر سخن کا محور بنانے کی جگہ آپ کے شمائل و شواسل اور مآثر و مشاھد پر طبع آزمائی کی جانے لگی۔ اور چونکہ ان موضوعات پر شاعرانہ نکتہ طرازیوں کے لئے نسبةً زیادہ آسانی اور گنجائش تھی اس لئے بعد کے نعت گو اکثر و بیشتر اسی دشت کی سیاحی میں اپنے ذوق سفر کی تسکین پانے لگے۔ ایک شاعر کہتا ہے:

امر علی الدیار دیار لیلی
اقبل ذالجدار و ذالجدارا
وما حب الدیار شغفن قلبی
و لکن حب من سکن الدیارا

لیلی کے کوچے سے بار بار گزرتا ہوں اور اس کی دیواروں اور دھلیزوں کو چومتا ہوں۔ میرے دل کی بیقراری کا یہی تقاضا ہے۔ لیکن یہ بات نہیں کہ مجھے اس کوچے سے محبت ہے بلکہ میں تو اس کوچہ میں رہنے والوں پر مرتا ہوں۔

اسی مفہوم کا ایک اور شعر پڑھیے !

و من مذهبی حب الدیار لاهلها میں تو بستیوں سے پیار ان کے بسنے والوں کی
وللناس فیما یعشقون مذاهب خاطر کرتا ہوں۔ اور لوگ اپنے اپنے ذوق و شغف
کی تسکین کی راہیں نکال لیتے ہیں -

بات یہیں پر نہیں رکتی - نعت جب اپنے تحریکی اور تبلیغی کردار سے ہٹ گئی اور ثنائے خواجہ کی جگہ اس کے متعلقات کی توصیف و ستائش کی رو چل نکلی تو پھر نعت اپنے اصل اور بنیادی موضوعات و اهداف سے برابر ہٹتی چلی گئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اضافی اور الحاقی باتوں کا چرچا روز بروز بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ نعت کے اساسی نکات بہت کم درخور اعتنا سمجھے جانے لگے۔

یادگار اور زندہ نعتیں

موجودہ دور میں بھی بحمد اللہ بہت سی اچھی نعتیں لکھی گئی ہیں۔ تاہم اکثر و بیشتر نعتیں مدحت نبوی کے ساتھ ساتھ شاعرانہ غلو، خلاف حقیقت مبالغہ طرازی اور جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری کا تاثر دیتی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معنوی اثر و جذب سے زیادہ ان میں نغمگی، ترصیع اور فنی باریکیاں سمو دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایک اور نکتہ جو صرف نظر کے قابل نہیں، ہمارے جدید نعت گوؤں کی اکثریت کا یہ زعم بے جا ہے کہ مداح رسول ہونے کے ناطے وہ اب اپنی دینی اور اسلامی ذمہ داریوں سے آزاد ہیں۔ نعتیں لکھ لکھ کر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلمؐ کی شفاعت کے حقدار ہوگئے ہیں۔ یہ انداز فکر اس امر کا غماز

۳۰

ہے کہ ایسے حضرات اپنی نعت گوئی سے گویا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کی مدحت کا حق ادا کرنے کے مدعی ہیں۔ حالانکہ مدحت مصطفے کا حق واجب ادا کرنا ہرکہ و مہ کے بس میں نہیں ہے۔ رسول اللہ کی مدح و ثنا بھلا ما و شما کیا کر سکیں گے ہاں یہ ضرور ہے کہ گلدستہ نعت پیش کرکے اپنی عزت بڑھالیں گے۔

ما ان مدحت محمداً بمقالتی
لا کن مدحت مقالتی بمحمد

میں نے اپنے کلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کیا کی ہے البتہ اپنے کلام میں حضور کا ذکر لاکر اس کو قابل عزت و تعریف بنا لیا ہے۔

★★★★